بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلطنت خداداد پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کے لیے ''تحریک خلافت پاکستان'' کا آغاز راقم الحروف نے ستمبر ۱۹۹۱ء کو کراچی پریس کلب میں اپنی ایک پریس کانفرنس سے کیا تھا۔ وہاں جو تحریری بیان بھی تقسیم کیا گیا تھا وہ اس کے بعد ''پاکستان میں نظام خلافت، کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟'' کے عنوان سے لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر تقسیم ہو چکا ہے۔

عربی زبان کے منطقی مقولے یعنی: ''الفضل للمتقدم'' اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک: ''من لم یشکر الناس لا یشکر اللہ'' کے مطابق لازم ہے کہ قیام نظام اسلامی کے لیے اپنی تیس سالہ جدوجہد کے ہدف کے لیے اس عنوان کے اختیار کرنے میں مجھے جن حلقوں سے رہنمائی ملی ان کا حق شکر ادا کیا جائے۔

پاکستان میں اگرچہ اس سے قبل بھی بعض حضرات خلافت کے عنوان سے کام کر رہے تھے، اور ایک موقع پر اس کا ایک اجتماعی نظم بھی قائم ہوا تھا جس کے ایک اجلاس میں راقم کو بھی شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ لیکن افسوس کہ میرے گمان کے مطابق ان حضرات کے سامنے نہ کوئی واضح تصورات تھے نہ معین لائحہ عمل۔

میں نے سب سے پہلے جو تاثر لیا وہ ''حزب التحریر'' سے تھا جو اوّلاً فلسطینی اور اردنی عربوں کی تحریک تھی، لیکن انگلستان اور امریکہ میں ان کے زیر اثر ہندو پاک کے بھی بہت سے مخلص اور جوش و جذبے سے سرشار نوجوان متحرک ہو گئے تھے۔ اس جماعت نے خاصا لٹریچر بھی خلافت کے متعلق اپنے تصورات و نظریات پر مشتمل شائع کیا، لیکن میں جہاں ان کے جذبۂ عمل سے تو بہت متاثر ہوا وہاں ان کے بہت سے نظریات سے اتفاق نہ کر سکا۔ تاہم یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ ہمیں اپنے احیاءِ اسلام کے جہاد کے دنیوی ''ہدف'' کے طور پر ''خلافت'' کی اصطلاح استعمال کرنی چاہئے۔ (''حزب التحریر'' کی مشہور زمانہ ''خلافت کانفرنس'' جو اوائل اگست ۱۹۹۴ء میں ویمبلے ایرینا، لندن میں ہوئی تھی، اس میں ان کی دعوت پر راقم نے بھی شرکت کی تھی اور عالمی میڈیا نے بھی میری تقریر کو بہت اہمیت دی تھی۔ چنانچہ اسی کے نتیجے میں مجھے دوبئی ایئرپورٹ سے واپس کر دیا گیا تھا۔)

اسی دوران میں کراچی میں ایک صاحب راؤ امید علی خان مجھ سے ملنے آئے۔ وہ پاکستان ایئرفورس کے ونگ کمانڈر رہے تھے، لیکن ۱۹۷۱ء میں پاکستان کی ذلت آمیز ہزیمت سے بددل ہونے کے باعث قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر امریکہ منتقل ہو گئے تھے۔ جہاں ان کے بیان کے مطابق کچھ لوگوں نے اپنے اوپر یہ رضاکارانہ ذمہ داری عائد کر لی تھی کہ وہ یہودیوں کے عزائم اور منصوبوں سے آگاہی حاصل کرتے رہیں اور پھر ان کے سدباب کے ضمن میں مشورے عالم اسلام کی حکومتوں اور اہم اشخاص کو دیتے رہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہودیوں کی سازش کا واحد توڑ یہ ہے کہ عالم اسلام میں بالعموم اور ارض پاکستان میں بالخصوص قیام خلافت کی تحریک چلائی جائے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں از خود بھی اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں، لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں اس کا اعلان کیا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے متذکرہ بالا بیان بالاتفاق مرتب ہوا۔ لیکن میری اقامت گاہ سے واپس گھر پہنچتے ہی انہوں نے فون کر دیا کہ وہ پریس کانفرنس میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس پر میں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنے طور پر ہی پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور تحریک کے آغاز کا اعلان کر دیا۔ تاہم ان کا تذکرہ بھی یہاں اس شعر کے مصداق کر دیا گیا کہ

تم تو غم دے کے بھول جاتے ہو
مجھ کو احساں کا پاس رہتا ہے!

میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ اگرچہ مجھے احیائے اسلام کا ایک مبہم جذبہ تو اوّلاً علامہ اقبال کی ملی شاعری سے ملا تھا، لیکن اس خاکے میں تحریک اور اس کے لوازم خدوخال کا رنگ مولانا مودودی کی تحریروں کے ذریعے بھرا گیا۔ مولانا مرحوم نے جماعت اسلامی کی تاسیس کے موقع پر اپنے ''نصب العین'' کی تعبیر ''حکومت الٰہیہ'' کی اسی اصطلاح سے کی تھی، جس کا استعمال اوّلاً مولانا ابوالکلام آزاد...... اور پھر ان کے بعد خیری برادران اور علامہ مشرقی نے کیا تھا...... لیکن بعد ازاں جب جماعت اسلامی میں مولانا امین احسن اصلاحی کی شمولیت کے بعد ان کے قرآنی فکر کا دھارا بھی مولانا مودودی کے افکار کے دھارے میں شامل ہو گیا تو اس وقت اس کی تعبیر کے لیے خالص قرآنی اصطلاحات یعنی ''شہادت علی الناس''...... ''فریضۂ اقامت دین'' اور ''غلبہ دین حق'' کا استعمال عام ہو گیا۔

چنانچہ جب خود میں نے ۱۹۵۷ء میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے کے بعد ۱۹۶۵ء میں اپنی ذاتی مساعی کا آغاز کیا تو ان ہی اصطلاحات کو نہ صرف اپنایا بلکہ اپنی بساط بھر مزید

مدلل اور مبرہن بھی کیا۔ اور مزید برآں ”جہاد فی سبیل اللہ“ کے فرض عین ہونے پر قرآن وسنت سے بھر پور استدلال قائم کیا اور اس کے مراحل ولوازم کے پورے نقشے کو بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کر کے دکھا دیا...... تاہم یہ احساس ضرور رہا کہ ان ثقیل اصطلاحات سے پڑھا لکھا طبقہ تو قدرے قلیل محنت سے مانوس ہو بھی سکتا ہے، لیکن عوام الناس کے ذہن وقلب تک ان کے ذریعے رسائی ممکن نہیں ہے۔ میں اسی حیص بیص میں تھا کہ متذکرہ بالا حلقوں کے ذریعے ”خلافت“ کی اصطلاح کی جانب ذہن منتقل ہوا۔ اور اس کے ساتھ اس حقیقت کی جانب بھی توجہ ہوئی کہ ”خلافت راشدہ“ کی تابناک یاد پوری نوع انسانی کے اجتماعی تحت الشعور میں ایک حسین خواب کی مانند ثبت ہے، لہٰذا اس کے ذریعے عوام وخواص دونوں کے قلوب و اذہان تک بآسانی رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے ”تحریک خلافت پاکستان“ کے عنوان سے ایک ادارہ باقاعدہ رجسٹر کرا کے اس کے تحت کام شروع کر دیا!

اس کے بعد سے اب تک جو محنت میں خود اور میری جماعت یعنی ”تنظیم اسلامی“ اس ضمن میں کر سکی ہے، اس کا اصل حاصل تو یہ ہے کہ اب بحمد للہ پاکستان کے دینی شعور کے حامل جملہ حلقوں میں یہ تحریک متعارف ہو چکی ہے، اور سب جانتے ہیں کہ جیسے تحریک پاکستان کے لیے جدوجہد کرنے والی جماعت کا نام ”مسلم لیگ“ تھا ایسے ہی تحریک خلافت پاکستان“ کے لیے عملی کوشش کرنے والی جماعت کا نام ”تنظیم اسلامی“ ہے! اور اب ”خلافت“ کے عنوان سے پاکستان اور بیرون پاکستان ایک ہی ادارہ جانا اور پہچانا ہے اور وہ ہے ”تحریک خلافت پاکستان!“ جس کے داعی کی حیثیت اس خاکسار کو حاصل ہے!!

یہ نتیجہ ظاہر ہے کہ تنظیم اسلامی کے جملہ رفقاء وکارکنان اور تحریک خلافت کے تمام ارکان ومعاونین کے ایثار مال اور بذل نفس ہی سے برآمد ہوا ہے۔ تاہم اس میں میری ”ذاتی مساعی“ دو اہم صورتوں میں سامنے آئیں، جو اپنی پیرانہ سالی اور معذوری کے درجہ تک پہنچ جانے والی علالت کے پیش نظر اللہ کے خصوصی فضل وکرم اور تائید وتوفیق ہی کی مظہر قرار دی جا سکتی ہیں:

ایک، پورے پاکستان کا مفصل دورہ جس کے دوران لاہور، فیصل آباد، سرگودھا، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، پشاور، راولپنڈی، گجرات، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، رحیم یار خان، کوئٹہ اور کراچی میں کھلے میدان میں عوامی جلسے منعقد کیے گئے، جن میں میں نے دو دو اور اڑھائی اڑھائی گھنٹے کی تقاریر کھڑے ہو کر پورے جوش خطابت کے ساتھ کیں (جس کے نتیجے میں میرے گھٹنے جو پہلے ہی متاثر تھے، بالکل جواب دے گئے! تاہم میں اپنے اس ”ایثار جسم وجان“ کو اپنے لیے موجب سعادت یقین کرتا ہوں!! چنانچہ بعد میں میں ایک جانب مردان، دیر، ایبٹ آباد اور ہری پور میں اور دوسری جانب جہلم و پنڈی گھیپ اور مظفر آباد و دھیر کوٹ میں، اور تیسری جانب ساہیوال، ملتان، خانیوال، بورے والہ اور حیدر آباد سندھ میں ان جلسوں سے خطاب کرسی پر بیٹھ کر ہی کر سکا۔

اور دوسری، پاکستان کے بڑے بڑے ثقافتی مراکز میں ہالوں اور آڈیٹوریموں کی مسقّف چار دیواری میں محصور پُرسکون ماحول میں ”خطبات خلافت“ کی صورت میں خالص علمی اور عقلی استدلال کے ساتھ نظام خلافت سے متعلق ان جملہ مسائل ومشکلات کے حل کی کوشش جو بالعموم نہ صرف مخالفین بلکہ موافقین کے ذہنوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

ان بالعموم چار اور کہیں کہیں تین روزہ خطبات کا آغاز کراچی کے خالق دینا ہال سے ہوا تھا، جہاں اس صدی کے اوائل میں ”تحریک خلافت“ کے قائدین کے خلاف بغاوت کے مقدمے کی سماعت ہوئی تھی۔ گویا اس کاروان کے از سر نو سفر کا آغاز اسی مقام سے ہوا، جہاں پر اس کی پیش رفت کو روک دیا گیا تھا...... اور اختتام لاہور میں ہوا، جہاں ۱۹۴۰ء میں ”قرارداد پاکستان“ منظور کی گئی تھی۔

کراچی اور لاہور کے علاوہ یہ خطبات راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ اور ملتان میں بھی دیئے گئے تھے، تاہم پیش نظر کتاب کی ترتیب میں متن کے لیے ان کے آخری Version یعنی جناح ہال لاہور کے خطبات کو ٹیپ سے اتار کر اور غیر ضروری مکررات کو حذف کر کے مرتب کیا گیا ہے۔

ذاتی طور پر مجھے ان پر نظر ثانی کی مہلت حاصل نہیں ہو سکی ہے، لہٰذا انہیں اصلاً اہل علم اور اصحابِ دانش کی خدمت میں ”عرضداشت بغرضِ استصواب“ سمجھنا چاہئے۔ میں ان تمام بزرگوں اور عزیزوں کا حد درجہ ممنونِ احسان ہوں گا جو ان کے ضمن میں میرے فکر کی کجی یا آراء کی غلطی کو واضح کریں اور اللہ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ ان کے تبصروں اور تجویزوں پر پوری توجہ کے ساتھ غور کروں گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس سعی کو شرف قبول عطا فرمائے، اور اس سلطنت خداداد پاکستان میں ”خلافت علی منہاج النبوت“ کے نظام کے قیام کو، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ”رحمت للعالمینی“ کا سب سے بڑا مظہر ہے، دنیا بھر میں قائم ونافذ کرنے کے لیے نقطۂ آغاز بنانے کی جدوجہد کی تمہید بنا دے۔ وما ذلك على الله بعزيز!!

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

داعی تحریک خلافت پاکستان لاہور۔ ۲/۱۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء